اس روایت میں امام احمد کے شیخ ابوالنضر ہاشم بن القاسم ہیں، جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے "ثقة ثبت" کہا ہے، اور راوی حدیث ابن عمر کے بجائے عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ شیخ شعیب ارنؤوط اس روایت کی تعلیق میں لکھتے ہیں: "رجاله ثقات رجال الشيخين، لكن رفعه كما قال ابن كثير في النهاية (٣٤٥/٨) قد يكون غلطًا، وإنما هو من كلام عبد الله بن عمرو".

Darul Uloom Zakariyya South Africa

امام احمد نے اس روایت کو اسی سند کے ساتھ دوسری جگہ مفصل ذکر کیا ہے: "قال سعيد بن عمرو: أتى عبدُ اللّٰه بن عمرو ابنَ الزبير وهو جالس في الحِجْر، فقال: يا ابن الزبير! إياك والإلحاد في حرم اللّٰه، فإني أشهَد لَسمعت رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "يُحِلُّها ويُحَلُّ به رجلٌ من قريش، لو وُزِنت ذنوبُه بذنوب الثقلين لوزنتها" قال: فانظر أن لا تكون هو يا ابنَ عمرو، فإنك قد قرأت الكتب وصحبت الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم، قال: فإني أُشهِدك أن هذا وجهي إلى الشام مجاهدًا". (مسند أحمد، رقم: ٧٠٤٣، ورجاله ثقات رجال الشيخين)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ابوالنضر ہاشم بن القاسم اور بعض دوسرے طرق سے صحیح ہے، جس میں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

شیخ ابوفوزان نے اس سلسلے میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ابن زبیر رضی اللہ عنہ یزید کی مخالفت میں سرگرم ہیں تو دوسری طرف عبداللہ بن عباس، ابن عمر، ابو برزہ اسلمی، جندب بن عبداللہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے موقف کے مخالف ہیں۔ (حادثہ کربلا اور سبائی سازش، ص ۹۵)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کچھ مفسد لوگوں نے حکومت سے بہت بدظن کیا تھا، وہ اپنے اجتہاد کے پیش نظر یزید کے خلاف تھے؛ لیکن بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے موقف کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

یزید کی ولیعہدی سنہ ۵٦ھ میں عمل میں آئی اور واقعہ حرہ اور حصار مکہ سنہ ٦۳ھ میں ہوا۔ اس آٹھ سال میں نہ حکومت نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی قدم اٹھایا اور نہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ عازم قتال ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ مفسد لوگ جو خلافت کے دشمن تھے انھوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اتنا بدظن کیا کہ حضرت قتال پر آمادہ ہوگئے۔

واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کے اولین وثانوی مصادر اور ان کے مصنفین پر مختصر تبصرہ:

پہلا مصدر: تاریخ طبری:

ان واقعات کا اصل مصدر ابن جریر طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ) کی "تاریخ الأمم والملوک" ہے۔ یہاں پر یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے دو ابن جریر طبری کا ذکر کیا ہے، دونوں کا نام، ولدیت،

کنیت، نسبت اور زمانہ بھی ایک بتایا ہے؛ البتہ ایک کے دادا کا نام رستم اور دوسرے کے دادا کا نام یزید لکھا ہے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

دو ابن جریر کا افسانہ:

ہمارے بعض محققین اساتذہ اور معاصر بعض اہل تحقیق ایک زمانے کے دو ابن جریر جو ہم نام، ہم وطن، ہم نسبت اور ہم عصر ہوں کو افسانہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک ہی ابن جریر ہیں جنھوں نے تاریخ الأمم والملوک، دلائل الامامۃ اور المسترشد میں شیعوں کا سیاہ لباس پہنا ہے اور اپنی تفسیر کی اکثر جگہوں میں سنیوں کا سفید لباس زیب تن کیا ہے۔

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر سے پہلے جو کتب رجال کے مولفین ہیں انھوں نے ایک ابن جریر کا ذکر کیا ہے:
۱- ابن یونس المصری (م:۳۴۷) فی التاریخ، ۲- ابن ندیم (م:۴۳۸) فی الفہرست، ۳- الخلیلی (م:۴۴۶) فی الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، ۴- الخطیب (م:۴۶۳) فی تاریخ بغداد، ۵- ابن عساکر (م:۵۷۱) فی تاریخ دمشق، ۶- ابن الجوزی (م:۵۹۷) فی المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ۷- یاقوت الحموی (م:۶۲۶) فی معجم الأدباء، ۸- ابن خلکان (م:۶۸۱) فی وفیات الأعیان۔ ان سب حضرات نے صرف ایک ابن جریر کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ذہبی، حافظ ابن حجر اور ان کی اتباع میں دیگر مولفین دو ابن جریر کو ذکر کرتے ہیں۔ اور شیعہ مورخین بیک زبان دو یا تین ابن جریر کے وجود کے قائل ہیں۔ شیعہ مورخین کا مقصد یہ ہے کہ مشہور ابن جریر طبری مورخ کو سنی ثابت کیا جائے؛ تاکہ ان کی تاریخ میں بھرا ہوا زہر سنیوں کے حلق سے بآسانی اتارا جائے؛ ورنہ جب عوام وخواص کو طبری کے رفض وتشیع کا یقین ہو تو وہ کب جمل وصفین اور واقعۂ کربلا میں ان کے زہر کو ہضم کرسکیں گے۔

مورخ طبری نے تاریخ کی ابتدا میں یہ لکھا ہے کہ ”میں نے ذکر کردہ واقعات کی اسانید تحریر کی ہیں؛ تاکہ ناظرین اسانید کی روشنی میں واقعات کی صحت کا خود فیصلہ کریں“۔ اس جملے سے ابن جریر نے اپنے آپ کو رفض یا تشیع کی تہمت سے بری کرنے کی سعی فرمائی؛ لیکن محمد بن طاہر البرزنجی اور محمد صبحی حسن حلاق کی تحقیق کے ساتھ صحیح وضعیف تاریخ طبری چھپ چکی ہے، اس میں جمل وصفین کی مستند روایات کی تعداد بارہ ہے جو ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ضعیف وموضوع روایات دو سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ بیس اور دو سو کا یہ تفاوت بتاتا ہے کہ کس طرح اس دور کے واقعات کو یک رخا پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

مشہور محدث احمد بن علی سلیمانی جو حفظ حدیث اور درایۃ الحدیث میں بے نظیر شخصیت تھے، انھوں نے ابن جریر طبری صاحب التاریخ کو رافضی لکھا۔ اور حافظ ابن حجر کی یہ تحریر کہ حافظ سلیمانی نے رافضی کے الفاظ ابن جریر شیعہ کے بارے میں لکھا ہے، کما فی لسان المیزان (۱۰۰/۵) درست معلوم نہیں ہوتی، جیسے حافظ ابن حجر نے مسح رجلین کو ابن جریر شیعہ کی طرف منسوب کیا؛ حالانکہ یہ مسئلہ تفسیر ابن جریر میں موجود ہے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں:

Darul Uloom Zakariyya South Africa

"ولعل ما حكي عن محمد بن جرير الطبري من الاكتفاء في الوضوء بمسح الرجلين إنما هو هذا الرافضي فإنه مذهبهم". (لسان الميزان ۱۰۳/۵)

حافظ احمد بن علی سلیمانی حافظ ہیں، قابل اعتماد ہیں، انھوں نے ابن جریر پر بے جا تنقید نہیں فرمائی۔

اور سلیمانی کے قول کو اگر چہ ذہبی اور ابن حجر نے بدگمانی پر محمول کیا ہے؛ لیکن ان حضرات کو بھی طبری میں فی الجملہ تشیع کا اقرار کرنا ہی پڑا؛ چنانچہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: **" فيه تشيع يسير وموالاة لا تضر".** (ميزان الاعتدال ۳۹۸/۳. لسان الميزان ۱۰۰/۵)

علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کی یہ بات کہ "ان میں فی الجملہ تشیع تھا؛ لیکن مضر نہیں تھا" سمجھ میں نہیں آتی؛ کیونکہ تشیع کے مفہوم اور متقدمین ومتاخرین کے نزدیک اس کے اطلاقات سے قطع نظر ابن جریر طبری جس زمانے کے ہیں، اس زمانے میں شیعہ بطور فرقہ کے ممتاز ہو چکا تھا؛ چنانچہ شیعہ اثنا عشریہ کی سب سے پہلی باقاعدہ کتاب "الکافی" کے مصنف محمد یعقوب الکلینی اور ابن جریر طبری کا زمانہ ایک ہے۔ ابن جریر کی وفات ۳۱۰ھ اور کلینی کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے دونوں ہم عصر قرار پاتے ہیں۔ تشیع ورفض کے شیوع کے زمانے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے صرف تشیع کی جرح بھی کافی بڑی جرح ہے۔

علاوہ ازیں ابن جریر نے غدیر خم کے قصے پر دو ضخیم جلدیں مرتب کیں، وضو میں پاؤں پر مسح کرنے کے قائل تھے، اپنی تفسیر وتاریخ میں حضرت علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ علیہم السلام لکھا، اور حضرت معاویہ جیسے جلیل القدر صحابی پر لعنت کی؛ چنانچہ اپنی "تاریخ الأمم والملوک" میں (۵۲۹/۱۱، ط: دار سویدان، بیروت۔ و۲۴/۱۳، ط: ریاض) پر لکھتے ہیں: **"وتوفي جعفر في وسط خلافة معاوية لعنه الله".** اور اسی جلد کے صفحہ ۵۳۵ پر لکھتے ہیں: **"وتوفي نوفل بالمدينة في خلافة يزيد بن معاوية لعنهما الله".** (و۲۸/۱۳-۲۹، ط: ریاض)

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر افترا پردازی کرتے ہوئے ابن جریر لکھتے ہیں کہ صحابہ نے مدینہ سے تمام شہروں میں خطوط لکھے جن میں لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال پر اکسایا گیا۔ **" لما رأى الناسُ ما صنع عثمانُ كتب من بالمدينة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم إلى من بالآفاق منهم، وكانوا قد تفرقوا في الثغور: إنكم إنما خرجتم أن تجاهدوا في سبيل الله عزَّ وجلَّ، تطلبون دين محمد صلى الله عليه وسلم؛ فإن دين محمد قد أفسد من خلفكم وترك، فهلموا فأقيموا دين محمد صلى الله عليه وسلم، فأقبلوا من كل أفق حتى قتلوه".** (تاريخ الطبري ۳٦۹/٤)

ابن جریر کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: **" وهذا كذب على الصحابة".** (البداية والنهاية ۱۷۵/۷)

Darul Uloom Zakariyya South Africa
ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ذہبیؒ اور ابن حجرؒ کا یہ کہنا کہ ''ان میں فی الجملہ تشیع تھا؛ لیکن مضر نہیں تھا'' کے کیا معنی ہیں؟ کیا صحابہ کرام پر لعنت اور ان پر افترا پردازی بھی مضر نہیں؟!

یہی وجہ تھی کہ لوگ ان کے شیعی افکار کی وجہ سے ان کے مخالف ہو گئے تھے اور ان کی لاش کو ان کے رفض کی وجہ سے اہل اسلام کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا؛ چنانچہ ان کو ان کے گھر کے اندر ہی دفن کیا گیا۔ " **ودُفِن في داره؛ لأن بعض العوام الحنابلة منعوا من دفنه نهارًا ونسبوه إلى الرفض**". (البداية والنهاية ۱۱/۱٤٦) "**ودفن ليلا خوفًا من العامة، لأنه يتهم بالتشيع**". (معجم الأدباء ٦/٢٤٤١)

چوتھی صدی ہجری کے معروف امام لغت اور شاعر ابوبکر محمد بن عباس الخوارزمی الطبرخزی جو ابن جریر طبری کے بھانجے ہیں، ابن فندمہ نے تاریخ بیہق (ص ۲۲۵) میں، ابن خلکان نے وفیات الأعیان (۴۰۰/۴) میں، علامہ سمعانی نے الأنساب (۲۱۳/۵) میں، یاقوت حموی نے معجم الادباء (۲۵۴۳/۶) اور معجم البلدان (۵۷/۱) میں، علامہ ذہبی نے سیر أعلام النبلاء (۵۲۶/۱۶) اور تاریخ اسلام (۶۹/۲۷) میں، یافعی نے مرآۃ الجنان (۳۱۳/۲) میں، صلاح الدین صفدی نے الوافی بالوفیات (۱۵۷/۳) میں، جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ (۱۲۵/۱) میں، زرکلی نے الأعلام (۱۸۳/۶) میں، ابن الاثیر نے اللباب فی تہذیب الأنساب (۴۶۷/۱) میں، اور ابو طیب نائف بن صلاح المنصوری نے ''الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم'' (۱۰۵۰/۲) میں ان کے تذکرے کے ساتھ "**ابن اخت محمد بن جرير الطبري**" لکھا ہے۔ محمد بن عباس اپنے ماموں ابن جریر کے بارے میں فرماتے ہیں:

بآمل مولدي و بنو جرير ❁ فأخوالي ويحكي المرء خاله
فها أنا رافضي عن تراث ❁ وغيري رافضي عن كلالة

آمل میری جائے پیدائش ہے اور جریر کے بیٹے میرے ماموں ہیں اور آدمی اپنے ننھال کے مشابہ ہوتا ہے۔ سنو! میں وراثتاً رافضی ہوں، جبکہ باقی لوگ دور کے رافضی ہیں۔

مذکورہ شعر ابن فندمہ نے تاریخ بیہق (ص ۲۲۵) میں، یاقوت حموی نے معجم الادباء (۲۵۴۳/۶) اور معجم البلدان (۵۷/۱) میں، علامہ ذہبی نے تاریخ اسلام (۶۹/۲۷) میں، صلاح الدین صفدی نے الوافی بالوفیات (۱۶۰/۳) میں اور ابوطیب نائف بن صلاح المنصوری نے ''الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم'' (۱۰۵۴/۲) میں ذکر کیا ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ محمد بن عباس یہ ابن جریر طبری شیعہ کے بھانجے ہیں؛ لیکن آنے والی سطور سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حقیقتاً ایک ہی ابن جریر ہے، باقی شیعوں کی وضع کردہ فرضی شخصیات ہیں۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

نیز بعض شیعہ کتب میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ابوبکر محمد بن عباس خوارزمی مشہور مؤرخ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کے بھانجے ہیں اوران کے مذکورہ شعر میں ''خال'' سے مراد مشہور مؤرخ ابن جریر طبری ہیں۔آقابزرگ طہرانی لکھتے ہیں: ''أبوبكر محمد بن العباس الخوارزمي ابن أخت أبي جعفر محمد بن جرير الطبري المتوفى (۳۱۰) . ولذا يقول الخوارزي:

بآمل مولدي و بنو جرير ❁ فأخوالي ويحكى المرء خاله

فها أنا رافضي عن تراث ❁ وغيري رافضي عن كلاله

(الذريعة في أصول الفقه الإمامية ٤/٤٤٩)

حافظ ابن حجر نے فرماتے ہیں کہ ابن جریر طبری کے بارے میں ابوحیان الاندلسی نے اپنی تفسیر ''البحر المحیط'' میں:'' هو إمام من أئمة الإمامية''. لکھا ہے۔(لسان الميزان ٥/١٠٠)

لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کا ابن جریر طبری کے بارے میں ابوحیان اندلسی کا مذکورہ قول نقل کرنا لغزش قلم کا نتیجہ ہے۔ابوحیان کا مذکورہ کلام ابوجعفر الطّوسی کے بارے میں ہے۔''وقال أبو جعفر الطوسي في تفسيره، وهو إمام من أئمة الإمامية''. (البحر المحيط ١/٤٥)

علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے محمد بن جریر بن یزید صاحب التاریخ کو سنی کہا اوران کے ہم عصر محمد بن جریر بن رستم الطبری کو شیعہ اور رافضی کہا، اورعلامہ ذہبی نے ان کی تصنیفات میں ''الرواۃ عن أہل البیت'' اور ''المسترشد فی الإمامۃ'' کا ذکر فرمایا۔

اس سلسلے میں حافظ صاحب کی پہلی دلیل یہ ہے کہ ابوالحسن بن بابویہ نے تاریخ الری میں شیعہ ابن جریر کا ذکر کیا ہے۔(لسان الميزان ٥/١٠٣)

شیعہ علما کے ہاں اس نام سے قم کے معروف عالم اور شیخ صدوق کے والد علی بن حسین بن موسی بابویہ القمی مراد لیے جاتے ہیں، لیکن اس نام سے ان کی کوئی کتاب شیعہ کتب رجال میں نہیں ملتی۔یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر کے مذکورہ حوالے سے متعلق محمد محسن عاملی شیعی نے ''أعيان الشيعة'' میں لاعلمی ظاہر کی ہے: ''ولم يعلم أين ذكره ''.(أعيان الشيعة ٢/١١٠. ط: دارالتعارف، بيروت، سنة١٤٠٣هـ)

اور دوسری دلیل حافظ ابن حجر نے یہ لکھی ہے کہ شیعہ ابن جریر ابوعثمان مازنی کے شاگرد ہیں؛ لیکن یہ حوالہ بھی درست نہیں؛اس لیے کہ یاقوت حموی نے معجم الادباء (۱۸۳/۴) میں ابوعثمان مازنی کے تلامذہ میں ابوجعفر احمد بن محمد بن رستم الطبری کا ذکر کیا ہے۔اورابن ندیم نے الفہرست میں احمد بن محمد بن رستم کی تصانیف: کتاب غریب القرآن، کتاب المقصور والممدود، کتاب المذکر والمؤنث، کتاب صورۃ الہمزۃ، کتاب التصریف اور کتاب النحو

لکھی ہے۔ان کی تصانیف میں کتاب المسترشد کا نام ونشان نہیں؛ بلکہ ابوجعفر احمد بن محمد علم قراءت وعلم لغت کے آدمی تھے، عقائد شیعہ میں ان کی تصانیف نہیں۔ معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کے یہ دونوں دلائل مشکوک ہیں۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ہاں شیعوں نے سنیوں کو بغض یزید ومعاویہ میں شریک کرنے کے لیے زور وشور سے دو ابن جریر کا ذکر کیا ہے۔احمد بن علی النجاشی اپنی کتاب رجال النجاشی کے صفحہ ۳۷۸ پر لکھتے ہیں: **”محمد بن جرير بن رستم الطبري الآملي أبو جعفر جليل من أصحابنا، كثير العلم، حسن الكلام، ثقة في الحديث. له كتاب المسترشد في الإمامة“.**

عباس قمی نے اپنی کتاب الکنی والالقاب میں لکھا ہے: **”وأما ابن جرير الطبري الشيعي فهو أبو جعفر محمد بن جرير بن رستم الطبري الآملي من أعاظم علمائنا الإمامية في المئة الرابعة، ومن أجلائهم وثقتهم، صاحب كتاب دلائل الإمامة والإيضاح والمسترشد“.** (الكنى والألقاب للعباس القمي، ص ۲۴۳)

حسین عبداللہ الراضی تاریخ علم الرجال میں لکھتے ہیں: **”محمد بن جرير بن رستم الطبري الكبير يكني أبا جعفر دين فاضل، وليس هو صاحب التاريخ، فإنه عامي المذهب، والمترجم معاصر لسميه محمد بن جرير الطبري صاحب تاريخ الأمم والملوك وصاحب التفسير الكبير“.** (تاريخ علم الرجال، ص ۷۸)

پھر بعض شیعوں نے تین ابن جریر ایجاد کئے ایک صاحب التاریخ دوسرے ان کے معاصر ابن رستم جس نے کتاب المسترشد لکھی اور تیسرے ان کے ڈیڑھ سو سال کے بعد جس نے دلائل الإمامۃ لکھی۔اور آخری دونوں کو شیعہ کہا۔شیعہ مجتہد شیخ عبداللہ المامقانی تنقیح المقال فی علم الرجال میں لکھتے ہیں: **”فتحقق مما ذكرنا كله أن محمد بن جرير بن رستم الطبري من أصحابنا اثنان كبير وهو السابق، وصغير وهو هذا، وكلاهما ثقتان عدلان مرضيان، ولكل منهما كتاب في الإمامة فللأول كتاب المسترشد، وللثاني دلائل الإمامة“.** (تنقیح المقال، بحوالہ المسترشد فی الإمامۃ، ص ۴۰)

نیز شیعہ محقق آغا بزرگ طہرانی دوسرے شیعہ ابن جریر کو محمد بن الحسن الطّوسی (م: ۴۶۰ھ) اور ابو العباس احمد بن علی النجاشی (م: ۴۵۰ھ) کا ہم عصر لکھا ہے۔آغا بزرگ طہرانی الذریعۃ إلی تصانیف الشیعۃ میں لکھتے ہیں:
”الإيضاح في الإمامة للشيخ أبي جعفر محمد بن جرير بن رستم بن جرير الطبري الآملي الموصوف بالكبير في فهرس الشيخ الطوسي تمييزًا له عن محمد بن جرير المتأخر الذي كان معاصرًا للشيخ الطوسي والنجاشي ومشاركا معهما في الرواية عن مشايخهما في كتابه

Darul Uloom Zakariyya South Africa

دلائل الإمامة، وكان محمد بن جرير الإمامي المتقدم معاصرًا لسميه محمد بن جرير بن كثير بن غالب الطبري العامي صاحب التاريخ والتفسير الكبير الذي توفي سنة ۳۱۰". (الذريعة إلی تصانيف الشيعة ۴۹۲/۲)

عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ علمانے دو ابن جریر کا ذکر تو کیا ہے؛ لیکن کسی بھی شیعی عالم نے ان دونوں میں سے کسی کی بھی تاریخ ولادت وتاریخ وفات کا ذکر نہیں کیا؛ جبکہ انھوں نے طبری کبیر کے بارے میں "من أعاظم علمائنا" (الكنى والألقاب للقمي ۲۶۵/۱) جیسے الفاظ لکھے ہیں۔ اور طبری صغیر کی طرف منسوب "دلائل الإمامة" چھپی ہوئی ہے اور شیعہ حلقوں میں متداول ہے۔

طبری کبیر کے بارے میں "المسترشد" کے محقق احمد المحمودی لکھتے ہیں: "بقي هنا شيء وهو أني لم أشر إلى سنة ولادة المؤلف ولا عام وفاته إذ لم يتعرض أحد من المترجمين في رجالهم، وهذا أيضًا من حظ المؤلف، إذ ترجمه من هو أقرب العهد إليه كالنجاشي والشيخ الطوسي والمفيد، مع عنايتهم التامة بشأنه ومؤلفاته، ومع ذلك لم يتعرضوا لذكر عام ولادته وحتى وفاته شيئا". (مقدمة المسترشد في الإمامة، ص۸۶-۸۷)

اور طبری صغیر کے بارے میں علامہ مامقانی لکھتے ہیں: "وليس له ذكر في كلمات أصحابنا الرجاليين". (مقدمة المسترشد في الإمامة، ص۳۹)

المسترشد اور دلائل الإمامة کے بارے میں المسترشد کے محقق احمد المحمودی نے المسترشد کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ دلائل الإمامة، المسترشد کی جلد ثانی ہے اور دونوں ایک ہی مصنف کی ہیں: "أقول: ومن هذا الكلام أيضًا يستفاد أن دلائل الإمامة يعتبر الجلد الثاني للكتاب المسترشد" (مقدمة المسترشد، ص ۸۱) اس کے ناشر نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ دونوں کا مصنف ایک ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ابن ندیم نے الفہرست (ص ۳۲۷) پر کتاب المسترشد اور کتاب الآثار کو ابن جریر بن یزید طبری کی تصنیف قرار دیا ہے۔

نیز اسماعیل بن محمد امین نے ہدیۃ العارفین (۲۶/۲-۲۷) میں، اور ابن ساعی نے الدر الثمین فی أسماء المصنفین (ص۹۴) میں المسترشد کو سنی ابن جریر کی تصنیف بتایا ہے۔

ان حضرات کے نزدیک المسترشد اور دلائل الإمامہ جو خالص شیعہ عقائد کی حامل کتابیں یا کتاب کی دو جلدیں ہیں ابن جریر سنی جو درحقیقت شیعہ ہیں کی تصنیف ہے۔

اس موضوع پر معاصر عالم دین مولانا سمیع اللہ سعدی صاحب نے سہ ماہی رسالہ "المظاہر" کوہاٹ،

Darul Uloom Zakariyya South Africa

پاکستان میں مفصل مضمون لکھا ہے، جو صفحہ ۱۱ سے ص ۲۶ تک پھیلا ہوا ہے، جس کا خلاصہ انھیں کے الفاظ میں ہم نقل کرتے ہیں:

''۱- سنی ابن جریر کے ہم نام، ہم عصر، ہم ولدیت اور ہم وطن جس ابن جریر کا ذکر کیا جا رہا ہے، اس کا اولین ذکر ابن جریر کے تقریباً چار سو سال بعد علامہ ذہبی و عسقلانی کی بعض کتب میں ملتا ہے۔

۲- ہر دو حضرات سے قبل اہل سنت کے پورے ذخیرے میں، خواہ کتب رجال و تراجم ہوں، یا فہارس الکتب، کسی میں بھی شیعہ ابن جریر کا مستقلاً یا تبعاً تذکرہ نہیں ملتا۔

۳- ذہبی و عسقلانی نے شیعہ ابن جریر کے تذکرے میں ایک خاص بات یہ ذکر کی ہے کہ وہ ابو عثمان المازنی کے شاگرد ہیں۔

۴- ابو عثمان المازنی کے شاگردوں میں ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم طبری کے نام سے تو کوئی شخص نہیں؛ البتہ ابو جعفر احمد بن محمد بن رستم بن یزدبان طبری ملتا ہے۔ جنھیں مختصراً ابو جعفر بن رستم کہا جاتا ہے۔

۵- متعدد قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ابن جریر کے ہم نام شخصیت سے مراد یہی ابو جعفر بن رستم مراد ہیں، لیکن یہ شخص نام، ولدیت میں ابن جریر سنی کے مشابہ نہیں۔ نیز ابو جعفر بن رستم ایک خالص لغوی، نحوی اور قراءات قرآنیہ کے ماہر عالم ہیں، اور انہی موضوعات کے گرد ان کی تصنیفات گھومتی ہیں؛ جبکہ شیعہ ابن جریر کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ وہ ایک خالص مسلکی عالم تھے اور مسلکی موضوعات پر ان کی کتب ہیں۔ نیز علامہ ذہبی و عسقلانی اور شیعہ کتب میں جن تصنیفات کو ان کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے، ان میں سے کسی بھی کتاب کا ذکر ابو جعفر بن رستم کے ترجمے میں نہیں ملتا۔

۶- مذکورہ شخص مراد لینے کا ابو عثمان المازنی کے شاگرد ہونے کے علاوہ سب سے بڑا قرینہ یہ ہے کہ شیعہ کتب میں ابن جریر شیعہ کے تذکرے میں یہ بات ملتی ہے کہ ابن ندیم نے ان کی ایک کتاب ''غریب القرآن'' کا ذکر کیا ہے؛ حالانکہ ابن ندیم نے ابو جعفر احمد بن محمد بن رستم کی غریب القرآن کا ذکر کیا ہے، شیعہ ابن جریر یعنی ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم طبری کا ذکر ابن ندیم نے نہیں کیا ہے۔

۷- شیعہ کتب میں ابن جریر شیعہ کے تذکرے میں ایک تضاد تو یہ پایا جاتا ہے کہ بعض علمائے شیعہ نے اسے ابن جریر سنی کا ہم عصر اور چوتھی صدی ہجری کے علما میں سے بتایا ہے؛ جبکہ دوسرے کچھ شیعہ علما نے اسے پانچویں صدی ہجری یعنی سنی ابن جریر سے ایک یا ڈیڑھ صدی متاخر بتایا ہے۔

۸- اس تضاد کو معاصر شیعہ محققین نے یوں حل کیا ہے کہ خود شیعہ ابن جریر دو بنا لیے ہیں، جو دونوں ہم نام، ہم کنیت، ہم ولدیت، ہم وطن ہیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ ان دونوں کے دادا کا نام بھی ایک ہے ان میں فرق صرف

کبیر وصغیر کا ہے۔ سنی ابن جریر کے ہم عصر کو ابن جریر کبیر اور پانچویں صدی کے ابن جریر کو صغیر کہا جاتا ہے۔

۹- ان دو میں سے کونسی تصنیف کس ابن جریر کی ہے؟ خود اس سلسلے میں علمائے شیعہ کے مختلف بیانات ہیں۔ عباس القمی کے نزدیک دلائل الإمامة ، الإیضاح اور المسترشد ابن جریر کبیر کی تصنیفات ہیں؛ جبکہ محقق طہرانی کے نزدیک دلائل الإمامۃ ابن جریر صغیر کی تصنیف ہے؛ جبکہ بعض شیعہ علما کے نزدیک یہ دو کے بجائے ایک کتاب ہے، جسے کبھی المسترشد، کبھی المسترشد فی الإمامۃ اور کبھی دلائل الإمامہ کہا جاتا ہے۔

۱۰- ابن جریر شیعہ کے نام سے کبیر وصغیر دو شخصیات کا مسئلہ شیعہ علمائے تراجم میں متفقہ نہیں ہے، بعض صرف ایک ہی ابن جریر شیعہ کے قائل ہیں جو ابن جریر سنی کے ہم عصر ہیں؛ جبکہ کچھ شیعہ علما کے نزدیک ابن جریر شیعہ کے نام سے کبیر وصغیر دو شخصیات ہیں؛ چنانچہ عباس القمی نے الکنی والالقاب میں صرف ایک ابن جریر شیعہ کا ذکر کیا ہے اور دلائل الإمامۃ (جو دو ابن جریر شیعہ ماننے والوں کے نزدیک دوسرے ابن جریر کی تصنیف ہے) کو بھی ابن جریر کبیر یعنی سنی ابن جریر کے ہم عصر کی تصنیف قرار دیا ہے، جبکہ آقا بزرگ طہرانی کے نزدیک ایک کے بجائے دو ابن جریر شیعہ ہیں اور دلائل الامامۃ پہلے کی بجائے دوسرے متاخر ابن جریر کی تصنیف ہے۔" (سہ ماہی "المظاہر" کوہاٹ، ص۲۰-۲۱-از مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد۲، شمارہ۲، ربیع الثانی، جمادی الاولی، جمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ)

تاریخ طبری کی اکثر روایات اہل تشیع سے مروی ہیں:

علاوہ ازیں طبری نے اپنی تاریخ میں اکثر شیعہ راویوں کی روایات لی ہیں۔صرف ابومخنف سے ۵۸۷ روایات لی ہیں، جس کے بارے میں محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ کذاب اور کٹر شیعہ تھا۔اسی طرح واقدی سے بھی کثرت سے روایات لی ہیں، جو مؤرخ عظیم ہونے کے ساتھ متروک ومتہم راوی ہے۔محمد بن طاہر البرزنجی تاریخ طبری کے مقدمے میں لکھتے ہیں: **"أخرج الطبري من رواياته (الواقدي) فيما يقرب من (۳۰۰) موضع"** . (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۱۷)

اسی طرح محمد بن سائب کلبی اور اس کا بیٹا ہشام بن محمد سے بھی طبری نے کثرت سے روایات لی ہیں۔ یہ دونوں بھی سبائی اور مشہور کذاب راوی ہیں۔

عثمان الخمیس لکھتے ہیں: **"ولوط بن يحيى هذا روى عنه الطبري خمس مئة وسبعا وثمانين روايةً،... وليس أبو منخف وحده، أبو مخنف أشهرهم، وإلا فهناك غيره كالواقدي مثلًا، وهو متروك متهم بالكذب، ولا شك أنه مؤرخ كبير حافظ عالم بالتاريخ، ولكنه غير ثقة. والثالث سيف بن عمر التميمي وهو أيضًا مؤرخ معروف، ولكنه متروك متهم بالكذب أيضًا. وكذلك الكلبي (أي: محمد بن السائب الكلبي) وهو كذاب مشهور"**.(حقبة من التاريخ، ص۳۵-۳۶)

Darul Uloom Deoband Yaqubia Africa

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ابومخنف، کلبی اور واقدی پر مختصر تبصرہ:

ابومخنف لوط بن یحییٰ:

ابومخنف کے بارے میں علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ''أخباريٌّ تالف لا يوثَق به''. علامہ ذہبی دوسری جگہ لکھتے ہیں:''الرافضي الأخباري''. ابوحاتم کہتے ہیں: ''متروك الحديث''. آجری کہتے ہیں: ''سألت أبا داود عنه، فنفض يده وقال: أحد يسأل عن هذا''. یعنی وہ اس لائق نہیں کہ اس کے بارے میں پوچھا جائے۔ابن معین کہتے ہیں:''ليس بثقة''. وقال مرة: ''ليس بشيء''. ابن عدی کہتے ہیں: ''شيعي محترق، صاحب أخبارهم''. ابن عراق کہتے ہیں: ''كذّاب تالف''. ابن الجوزی کہتے ہیں: ''أبو صالح الكلبي وأبو مخنف كلهم كذابون''. سیوطی کہتے ہیں: ''لوط والكلبي كذابان''. زرکلی لکھتے ہیں: ''إماميٌّ من أهل الكوفة''. (انظر: ميزان الاعتدال ٣/٤١٩. تاريخ الإسلام للذهبي ٤/١٨٩. الجرح والتعديل ٧/١٨٢. لسان الميزان ٦/٤٣٠–٤٣١، تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. تنزيه الشريعة المرفوعة، ص٩٨. الموضوعات لابن الجوزي ١/٤٠٦. اللآلي المصنوعة ١/٣٥٥. الأعلام للزركلي ٥/٢٤٥.)

عثمان الخمیس ابومخنف کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ولوط بن يحيى هذا روى عنه الطبري خمس مئة وسبعا وثمانين روايةً، وهذه الروايات تبدأ من وفاة النبي صلى الله عليه وسلم وتنتهي إلى خلافة يزيد، وهي الفترة التي سنتكلم عنها في كتابنا هذا، منها سقيفة بني ساعدة، قصة الشورى...، قتل الحسين، في كل هذه تجد لأبي مخنف رواية، وهذه هي التي يعتمدها أهل البدع ويحرصون عليها. وليس أبو منخف وحده، أبو مخنف أشهرهم، وإلا فهناك غيره كالواقدى مثلًا، وهو متروك متهم بالكذب، ولا شك أنه مؤرخ كبير حافظ عالم بالتاريخ، ولكنه غير ثقة. والثالث سيف بن عمر التميمي وهو أيضًا مؤرخ معروف، ولكنه متروك متهم بالكذب أيضًا. وكذلك الكلبي (أي: محمد بن السائب الكلبي) وهو كذاب مشهور''.

اس کے بعد لکھتے ہیں: ''وأبو مخنف هذا جمع بين البدعة والكذب وكثرة الرواية، مبتدع كذاب، مكثر من الرواية''. (حقبة من التاريخ، ص٣٦).

ابومخنف شیعہ مورخین کی نظر میں:

شیعہ مورخین خاص کر کتب رجال کے مصنفین: محسن امین، شرف الدین، آغا بزرگ طہرانی، عباس قمی، محمد

مہدی طباطبائی، خوئی، خاقانی، نجاشی، حلی، اور طوسی وغیرہ نے اس کا تذکرہ اپنی کتابوں میں بطور شیعہ مورخ کے کیا ہے؛ بلکہ اس کا شمار بڑے اور اکابر شیعہ مورخین میں کیا ہے۔(أعيان الشيعة، ص١٢٧. أعلام الشيعة ١/٢٦. الكنى والألقاب ١/١٤٨. . الفهرست للطوسي ٢/٢٠. الفوائد الرجالية لبحر العلوم ١/٣٧٥-٣٧٩. الكنى والألقاب ١/١٦٩. المراجعات ٢/٢١. حلية الأبرار ٤/١٤٦. رجال الخاقاني ١/١٧٧. رجال الطوسي ١/٤٥٩. رجال النجاشي ١/٣٢١. معجم رجال الحديث ١١/١٣٦-١٣٨. الاحتجاج للطبرسي ١/٤٥٦. خلاصة الأقوال ١/٣٨٩. نقد الرجال ٧/١٤٠-١٤٢).

مزید برآں صاحب ''الفوائد الرجالیہ'' طباطبائی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس کے شیعہ ہونے میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے، جیسا کہ اصحاب معاجم کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔ (الفوائد الرجالية ١/٣٧٩)

حساس موضوعات پر ابومخنف کی جھوٹ پر مبنی کتابیں:

یہ ابومخنف وہ بدبودار شیعی مورخ ہے جس نے خیر القرون میں رونما ہونے والے تمام اہم واقعات پر جھوٹ پر بھری مستقل کتابیں لکھی ہیں، جیسے: سقیفۂ بنو ساعدہ میں بیعت ابوبکرؓ، شوری، خلافت سے متعلق حضرت عمرؓ کی قائم کردہ شوری، مقتل عثمانؓ، مقتل علیؓ، جنگ جمل وصفین، مقتل حسینؓ، وفات معاویہؓ اور ولایت یزید، مقتل عبداللہ بن الزبیرؓ، سلیمان بن صردؓ اور عین وردہ، وغیرہ۔ (فوات الوفيات لمحمد بن شاكر، ص٢٢٥. الأعلام للزركلي ٥/٢٤٥. الفهرست لابن النديم، ص١٠٥-١٠٦. معجم الأدباء ٦/٦٧٠. معجم المؤلفين ٨/١٥٧)

عباس قمی شیعی نے "الكنى والألقاب" میں ابومخنف کے بارے میں لکھا ہے کہ ابومخنف بڑے شیعہ مورخین میں سے تھا، اس کے مشہور شیعہ ہونے کے باوجود طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے اس سے روایات نقل کرنے میں اس پر اعتماد کیا ہے۔ **"وكان أبو مخنف من أعاظم مؤرخي الشيعة، ومع اشتهار تشيعه اعتمد عليه علماء السنة في النقل عنه كالطبري وابن الأثير وغيرهما"**. (الكنى والألقاب ١/١٦٩)

مشہور مستشرق (اے بیل) نے ''دائرہ معارف اسلامیہ'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ابومخنف نے قرون اولی میں رونما ہونے والے واقعات کی تاریخ میں ''۳۲'' رسالے لکھے ہیں، جن کا اکثر حصہ طبری نے نقل کیا ہے؛ البتہ ابومخنف سے منسوب جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں وہ متاخرین (شیعہ) کی وضع کردہ ہیں۔ (ماہنامہ دار العلوم، دیوبند، جون، ۲۰۱۳ء)

ابوالمنذر ہشام بن محمد کلبی:

ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السائب کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں: **"العلامة الأخباري النسابة**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

Darul Uloom South Africa

الأوحد أبو المنذر هشام بن الأخباري الباهر محمد بن السائب بن بشر الكلبي الكوفي الشيعي أحد المتروكين كأبيه. قال أحمد: إنما كان صاحب سمر ونسب، ما ظننتُ أن أحدا يحدث عنه. وقال الدارقطني وغيره: متروك الحديث. وقال ابن عساكر: رافضي ليس بثقة". (سير أعلام النبلاء ۱۰/۱۰۱)

وقال ابن حبان: كان غاليا في التشيع أخباره في الأغلوطات أشهر من أن يحتاج إلى الإغراق في وصفها". (المجروحين ۱۹/۳)

محمد بن سائب کلبی:

محمد بن سائب کلبی کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "محمد بن السائب بن بشر الكلبي، أبو النضر الكوفي، النسابة المفسر: متهم بالكذب، ورُمِي بالرفض". (تقريب التهذيب)

وقال الثوري: اتقوا الكلبي. فقيل له: فإنك تروي عنه؟ فقال: أنا أعرف صدقه من كذبه. وقال البخاري: أبو النضر الكلبي تركه يحيى وابن مهدي. وقال سفيان: قال لي الكلبي: كل ما حدثتك عن أبي صالح فهو كذب. وقال الأعمش: اتق هذه السبائية، فإني أدركت الناس وإنما يسمونهم الكذابين. وقال همام: سمعت الكلبي يقول: أنا سبائي. وقال الجوزجاني وغيره: كذاب. وقال الدارقطني وجماعة: متروك. وقال ابن حبان: مذهبه في الدين ووضوح الكذب فيه أظهر من أن يحتاج إلى الإغراق في وصفه". (ميزان الاعتدال ۵۵۶/۳)

محمد بن عمر الواقدی:

واقدی کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "متروك مع سعة علمه". (تقريب التهذيب)

اورعلامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں بعض محدثین سے ان کی توثیق اور متعدد محدثین سے ان کا متروک، کذاب اور واضع الحدیث ہونا نقل کیا ہے: "قال أحمد بن حنبل: هو كذاب. وقال البخاري وأبو حاتم: متروك. وقال أبو حاتم أيضًا والنسائي: يضع الحديث. وقال ابن المديني: الواقدي يضع الحديث. وقال ابن راهويه: هو عندي ممن يضع الحديث." علامہ ذہبی واقدی کے ترجمے کے آخر میں لکھتے ہیں: "واستقر الإجماع على وهن الواقدي". (ميزان الاعتدال ۶۶۵/۳-۶۶۶)

علامہ ابن تیمیہ انہیں راویوں کے متعلق اہل علم کا فیصلہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

Darul Uloom Zakariyya South Africa

" أبو مخنف لوط بن يحيى وهشام بن محمد بن السائب وأمثالهما من المعروفين بالكذب عند أهل العلم ". (منهاج السنة ۵۹/۱)

اب جب واضح دلائل کی روشنی میں یہ معلوم ہوگیا کہ طبری شیعہ تھا اور انھوں نے اپنی تاریخ میں شیعہ راویوں کی بے بنیاد روایات کثیر تعداد میں نقل کی ہیں تو ان روایات کو قرآن کریم اور حدیث کی صحیح روایات کے مقابلے میں کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے؟

محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں:" **نقل (الطبري) كثيرًا من روايات الشيعة والرافضة والمعتزلة والقدرية** " (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۱۷)

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ طبری شیعہ نہیں تھا پھر بھی اس میں تو کسی کو انکار نہیں کہ تاریخ طبری میں ہر قسم کی رطب ویابس روایات بھری ہوئی ہیں۔ محمد بن طاہر البرزنجی تاریخ طبری کے مقدمے میں لکھتے ہیں:" **أسرف الطبري بذكر الإسرائيليات والخرافات والأوهام والحكايات فيما يتعلق ببدء الخلق وقصص الأنبياء والتاريخ القديم، دون أن يمحص ذلك ويعرِضه على النقد والمنطق والعقل وما جاء في القرآن والسنة**". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۱۰۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: " **الإكثار من الحكايات الخرافية وخاصة عند حديثه عن بدء الخليقة وقصص الأنبياء وتأريخ العرب قبل الإسلام، وأخذ كل ذلك من الإسرائيليات، وخالف أحيانا صريح الكتاب والسنة**". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۳۷)

طبری نے اپنی تاریخ میں صرف تاریخ قدیم اور قصص الانبیا سے متعلق خرافات واوہام درج کرنے پر اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ فتن جیسے اہم وحساس موضوع پر بھی کذاب ومتروک راویوں کی روایات کو کثرت سے نقل کیا ہے۔ محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں:"**أكثر من الأخذ عن بعض المتروكين والتالفين ومن اتهموا بالكذب وذلك في وقائع وأحداث خطيرة كالفتن**". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۳۸)

خصوصاً طبری نے بنی امیہ کی تاریخ جن روات کے اعتماد پر مرتب کی ہے، ان میں اکثر شیعہ اور متروک وکذاب راوی ہیں۔ محمد بن طاہر البرزنجی تاریخ طبری کے مقدمے میں طبری کے مصادر وماخذ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**وفي العهد الأموي أخذ (أي: الطبري) تاريخ بني أمية من مدونات عوانة بن الحكم الكلبي، وأبي مخنف، والمدائني، والواقدي، وعمر بن شبة، وهشام الكلبي**". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۸۷)

مذکورہ روات میں مدائنی اور عمر بن شبہ کے علاوہ تمام روات متروک وکذاب ہیں۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa
۱- عوانہ بن حکم کو حافظ ابن حجر نے واضع الاخبار لکھا ہے۔(لسان المیزان ٤/٣٨٦).
۲- ابو مخنف کو ابن عدی نے کٹر شیعہ اور ابن جوزی نے کذاب لکھا ہے۔ (میــزان الاعتدال ٣/٤١٩. الموضوعات لابن الجوزي ٤٠٦/١).
۳- واقدی کو امام بخاری، ابو حاتم اور ابن حجر نے متروک کہا ہے، اور امام احمد، امام نسائی، ابن مدینی اور ابن راہویہ نے کذاب کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ٣/٦٦٥-٦٦٦. وتقريب التهذيب)
۴- ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السائب کلبی کو دار قطنی اور ذہبی نے متروک شیعہ، ابن عسا کر نے رافضی اور ابن حبان نے غالی شیعہ کہا ہے۔(سير أعلام النبلاء ١٠/١٠١. المجروحين ٣/١٩)
ان رواۃ پر مفصل کلام آگے آرہا ہے۔
ایک طرف طبری نے بنی امیہ کی تاریخ مرتب کرنے کے لیے متروک وکذاب راویوں کا سہارا لیا ہے، تو دوسری طرف اندلس میں بنی امیہ کی خلافت اور اس جیسے بعض دوسرے اہم کارناموں کو اہتمام کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں:"عدم التركيز أو الاهتمام اللازم بوقائع تأريخية هامة كبناء المسجد النبوي لأول مرة، وفتح الأندلس، والخلافة الأموية في الأندلس... وغير ذلك".
(مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص٣٦-٣٧)

تاریخ طبری میں بے بنیاد روایات کے نقصانات:

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں کثرت سے خرافات واوہام اور بے اصل وجھوٹی روایات کو ذکر کیا ہے۔اور چونکہ ابن جریر بحیثیت امام تفسیر ومحدث مشہور تھے؛ اس لیے جب انھوں نے یہ ضخیم تاریخ لکھی تو لوگوں نے ان کی شہرت کے پیش نظر اس کتاب کی صحیح وغلط تمام روایات پر اعتماد کیا اور یہ ایسی مصیبت ہے کہ ان باطل وبے بنیاد روایات کے اثرات آج تک لوگوں کے ذہنوں پر نقش ہیں۔
محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں:"إن مجرد وجود الروايات المنكرة في تأريخ الطبري أو المستشنعة والتي لا أصل لها من الصحة حسب تعبير الطبري نفسه، وتراكمها لقرون طويلة دون تمييزها إلى صحيح وضعيف أدى بالنتيجة إلى ترسيخ أباطيل وأوهام وطاقات في أذهان الناس عن أحداث التأريخ الإسلامي، ولكن لا حقيقة لها في الأصل...، وأخذوا بعين الاعتبار أنه محدث ثقة حافظ فصدقوا كل ما في تأريخه، وتلك مصيبة تركت أثرها في كتابة التأريخ الإسلامي إلى يومنا هذا". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص٣٦)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ہاں طبری نے صحیح روایات کو چھوڑ کر بے شمار ضعیف وموضوع روایات کا ایک ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور ان پر جرح وتعدیل، ضعیف وقوی اور غلط وصحیح کے درمیان تمیز کا کام دوسرے اصحاب علم پر چھوڑ دیا ہے؛ چنانچہ ابن جریر اپنی اس کتاب ''تاریخ الأمم والملوک'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں: **''فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه، أو يستشنعه سامعه، من أجل أنه لم يعرف له وجهًا من الصحة، ولا معنى في الحقيقة، فليعلم أنه لم يؤت من قِبلنا، وإنما أتى من قِبل بعض ناقليه إلينا، وإنا إنما أدَّينا ذلك على نحو ما أُدِّي إلينا''.** (تاريخ الطبري ۱/ ۵، ط: الرياض)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ طبری نے پوری کتاب میں اس کا اہتمام نہیں کیا، جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے ہیں سند کو حذف کرتے جاتے ہیں۔ محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں: **''ولكن الإسناد يختفي تدريجيًّا كلما اقتربنا من نهاية كتابه''.** (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص ۳۲)

دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر مصنف کا مقصد محض تاریخی روایات کی جمع وترتیب ہی تھا تو صدر اول کے واقعات میں غالی شیعہ وروافض کی روایات کے ذکر کرنے پر کیوں اکتفا کیا گیا، اور اس وقت کے اہل السنۃ والجماعۃ کے معتمد رواۃ سے صدر اول کے واقعات کی صحیح نقل سے اعراض کیوں برتا گیا!؟ جمل وصفین دونوں کو ملا کر صحیح اور معتمد راویوں کی صرف بارہ روایات پر کیوں اکتفا کیا گیا؛ جبکہ غیر معتمد راویوں کی روایات کا حجم تقریباً دو سو صفحات ہیں!؟

ابن جریر طبری کی طرف مسح علی الرجلین کی نسبت:

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ''جامع البیان'' اور ''تاریخ الأمم والملوک'' کے مصنف ابن جریر طبری کی طرف مسح علی الرجلین کے قائل ہونے کی نسبت صحیح نہیں؛ چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب ''درس ترمذی'' میں فرماتے ہیں: ''اور جس ابن جریر طبری کی طرف یہ تیسرا مسلک (**التخيير بين الغسل والمسح**) منسوب ہے اس سے مراد اہل سنت کے مشہور عالم ابن جریر طبری نہیں، بلکہ ان سے مراد شیعہ ابن جریر طبری ہیں... ابن جریر طبری جن کی تفسیر ''جامع البیان'' اور ''تاریخ الأمم والملوک'' مشہور ہے وہ اہل سنت میں سے ہیں، اور وہ مسئلہ غسل رجلین میں جمہور اہل سنت کے ہمنوا ہیں... حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ میں نے ابن جریر طبری کی عبارت پر غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ وہ تخییر بین الغسل والمسح یا جمع بینہما کے قائل نہیں ہیں؛ بلکہ ان کا منشا یہ ہے کہ رجلین کا وظیفہ غسل ہی ہے؛ لیکن اس میں دلک واجب ہے؛ کیونکہ پاؤں پر میل کا احتمال زیادہ ہے؛ البتہ انھوں نے دلک کے مفہوم کو لفظ مسح سے تعبیر کر دیا ہے اور اس سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جمع کے قائل ہیں؛ حالانکہ حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ ان کا مسلک بھی جمہور اہل سنت سے مختلف نہیں۔'' (درس ترمذی ۱/۲۵۱-۲۵۲)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: "ومن نقل عن أبي جعفر بن جرير أنه أوجب غسلهما للأحاديث، وأوجب مسحهما للآية، فلم يحقق مذهبه في ذلك، فإن كلامه في تفسيره إنما يدل على أنه أراد أنه يجب دلك الرجلين من دون سائر أعضاء الوضوء؛ لأنهما يليان الأرض والطين وغير ذلك، فأوجب دلكهما ليذهب ما عليهما، ولكنه عبَّر عن الدلك بالمسح، فاعتقد من لم يتأمل كلامه أنه أراد وجوب الجمع بين غسل الرجلين ومسحهما، فحكاه من حكاه كذلك". (تفسير ابن كثير، المائدة: ٦)

دونوں حضرات کی باتیں سر آنکھوں پر؛ لیکن تفسیر طبری کی عبارت سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ ابن جریر مسح علی الرجلین کے قائل ہیں اور پورے پاؤں پر گیلے ہاتھ پھیرنے کو غسل کہتے ہیں۔ اور یہ قطعاً دلک نہیں۔ ابن جریر لکھتے ہیں: "لأن غسلهما إمرار الماء عليهما، أو إصابتهما بالماء". (جامع البيان في تأويل القرآن ٤/ ٤٧١، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

البتہ وہ پورے قدم پر مسح کو ضروری قرار دیتے ہیں اور وہ اسی کو غسل کہتے ہیں۔ یعنی پورے پاؤں پر گیلا ہاتھ پھیرنا غسل ہے اور بعض پر پھیرنا مسح ہے۔ اور ان کے نزدیک وضو میں پانی سے اسی طرح مسح علی الرجلین کا حکم دیا گیا ہے، جس طرح تیمّم میں مٹی سے مسح علی الوجہ کا حکم ہے۔ اس لیے لفظ "مسح" کو "دلک" پر محمول کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آپ ابن جریر طبری کی عبارت خود ملاحظہ فرمائیں:

"قال أبو جعفر: والصواب من القول عندنا في ذلك، أنَّ اللّٰه عزَّ ذكره أمر بعموم مسح الرجلين بالماء في الوضوء، كما أمر بعموم مسح الوجه بالتراب في التيمم... ولذلك – من احتمال "المسح" المعنيين الذين وصفتُ من العموم والخصوص، اللذين أحدهما مسح ببعض، والآخر مسح بالجميع – اختلفت قراءة القراء في قوله: ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾، فنصبها بعضهم، توجيهًا منه ذلك إلى أن الفرض فيهما الغسل، وإنكارًا منه المسح عليهما، مع تظاهر الأخبار عن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم بعموم مسحهما بالماء. وخفضها بعضهم، توجيهًا منه ذلك إلى أن الفرض فيهما المسح...، فأعجب القراءتين إليَّ أن أقرأها، قراءة من قرأ ذلك خفضًا، لما وصفت من جمع "المسح" المعنيين اللذين وصفت، ولأنه بعد قوله: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ﴾، فالعطف به على ﴿الرُّؤُوْسِ﴾ مع قربه منه، أولى من العطف به على "الأيدي"، وقد حيل بينه وبينهما بقوله: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ﴾. (تفسير الطبري= جامع البيان ٤/ ٤٧٠- ٤٧١، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

البتہ ابن جریر مسح رأس کی طرح بعض قدم کے مسح کو کافی نہیں سمجھتے؛ بلکہ پورے قدم پر مسح کو ضروری قرار دیتے ہیں؛ چنانچہ لکھتے ہیں: "فإن قال قائل: وما الدليل على أنَّ المراد بالمسح في الرجلين العموم، دون أن يكون خصوصًا، نظير قولك في المسح بالرأس؟

قيل: الدليل على ذلك، تظاهر الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "ويل للأعقاب وبطون الأقدام من النار". ولو كان مسح بعض القدم مجزئًا من عمومها بذلك، لما كان لها الويل بترك ما تُرك مسحه منها بالماء بعد أن يمسح بعضها". (تفسير الطبري= جامع البيان ٤/٤٧٢، ط:دار الكتب العلمية، بيروت)

تاریخ طبری میں واقعہ حرہ کا ذکر:

واقعہ حرہ سے متعلق ابن جریر طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ) نے دو طرح کی روایات ذکر کی ہیں:

۱- ابومخنف، واقدی، کلبی کی روایت ہے، جس میں دس ہزار لوگوں کا قتل کیا جانا اور ایک ہزار عورتوں کا زنا سے حاملہ ہونا ذکر کیا گیا ہے۔

ابومخنف، واقدی اور کلبی یہ سب کذاب راوی ہیں؛ اس لیے ان کی روایات قابل اعتبار نہیں۔ تفصیل گزر چکی ہے۔ (وانظر: ميزان الاعتدال ٣/٤١٩ و٥٥٦ و٦٦٥-٦٦٦. الجرح والتعديل ٧/١٨٢. لسان الميزان ٤/٤٩٢. المجروحين ٣/١٩. منهاج السنة ١/٥٩. حقبة من التاريخ، ص٣٥-٣٦).

۲- دوسری روایت جویریہ بن اسماء کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں کے قتل کی بات درست نہیں، کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ خندق میں کودنے سے مر گئے۔ خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اس واقعے میں ۳۰۶ مقتولین کی فہرست دی ہے؛ لیکن سند ندارد۔

جویریہ بن اسماء صحیحین کے راوی ہیں اور ان کے علاوہ اس سند کے دیگر رواۃ بھی ثقہ ہے؛ ہاں اس کی سند میں بعض اشیاخ مدینہ مجہول ہیں۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

دوسرا مصدر: الکامل فی التاریخ:

واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کا دوسرا مصدر ابن الاثیر (۵۵۵-۶۳۰ھ) کی "الکامل" ہے۔ آپ قدیم وجدید تاریخ کے حافظ اور حدیث اور اس کے متعلقات کے امام تھے؛ لیکن "الکامل فی التاریخ" میں ان کا ماخذ وہی طبری کی "تاریخ الأمم والملوک" تھی جس کی اکثر روایات ابومخنف، واقدی، محمد بن السائب کلبی اور اس کے بیٹے ہشام بن محمد کلبی وغیرہ کذاب راویوں کی ہیں؛ چنانچہ وہ اپنی اس کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں: "ابتدأتُ

Darul Uloom Zakariyya South Africa